

حضرت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ
الفرقان - لکھنؤ

مرزائی علم کلام

ہے

دواہم

مسائل

تکفیر اہل قبلہ — اور — نزولِ مسیح
کا عالمانہ تجزیہ

بھدا اللہ قادیانیت کا قطعی فیصلہ ہو چکا ہے۔ اور آئین کی رو سے بھی اب قادیانی جماعت
ملتِ مسلمہ سے الگ جماعت قرار پا چکی ہے۔ ضرورت اب اس بات کی ہے کہ
جو لوگ قادیانیوں کی علمی دہلی و تبلیغ اور مغالطوں کا شکار ہو کر اس دامِ تزدیر میں پھنس
چکے ہیں علمی اور فکری لحاظ سے ان کی اصلاح کی کسعی کی جائے اور ان دلائل کا جو درحقیقت
دسیسہ کاری اور تبلیغ پر مبنی ہوتی ہیں کا عالمانہ تجزیہ کیا جائے۔ جسے مرزائی علم کلام میں
پیش کیا جاتا ہے۔ یا ان کے بعض نام نہاد پیروں روشن خیال یا دانشوروں کے ایک طبقہ
کی طرف سے مرزائی دکالت میں اب تک سامنے آچکے ہیں شاید علمی اور تبلیغی انداز
کے ایسے معنایں سے تلاش بیان حق مرزائی حضرات پر حق واضح ہو جائے۔ حال ہی میں
بھارت کے مشہور و ممتاز عالم و فاضل شخصیت مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ لکھنؤ کے قلم
سے ایسے ہی ایک دانشور کے اٹھائے گئے نکات میں مرزائی علم کلام کے دواہم
مسائل تکفیر اہل قبلہ اور نزولِ مسیح پر سیر حاصل بحث آچکی ہے جسے ہم الحق میں پیش
کر رہے ہیں۔

— (ادارہ) —

قادیانیوں کی تکفیر سے متعلق ایک آخری بات زیر بحث مضمون میں یہ کہی گئی ہے کہ وہ اہل قبلہ
ہیں اور اہل قبلہ کی تکفیر سے منع فرمایا گیا ہے۔ اس سلسلہ میں امام غزالیؒ کی کتاب "الفرقۃ" کی ایک عبارت
بھی نقل کی گئی ہے۔ ہم وہ عبارت اور اس کا ترجمہ اس مضمون ہی سے نقل کرتے ہیں۔

سہ مولانا محمد منظور نعمانی مدظلہ لکھنؤ کے قلم سے لکھی گئی ہے۔ اس مضمون کا عنوان "مرزائی علم کلام کے دواہم مسائل تکفیر اہل قبلہ اور نزولِ مسیح پر سیر حاصل بحث آچکی ہے" ہے۔

اما البوصية فان تكفرت لسانك
عن اهل القبلة ما امكنك ما داموا
قائلين لا اله الا الله محمد رسول
الله غير مناقضين لهما والمناقضة
تجوزهم الكذب على رسول الله
صلی اللہ علیہ وسلم بعد یاد بخیر
عذر فان التكفير فيه خطر والسكو
لا خطر فيه۔

میری وصیت یہ ہے کہ جہاں تک ممکن ہو
اہل قبلہ کی تکفیر سے زبان بند رکھو جب
تک کہ وہ لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے
قائل ہوں، بشرطیکہ وہ اس کلمہ کی مخالفت
نہ کریں اور مخالفت کا مطلب یہ ہے
کہ وہ کسی عذریا بخیر عذر کے محمد صلی اللہ
علیہ وسلم کو جھٹلائیں، کیونکہ ایسے لوگوں کی
تکفیر خطرہ سے خالی نہیں، اگر سکتا اختیار

(التفرقة بين الاسلام والزندقة) کر لیا جائے تو پھر کوئی خطرہ نہیں۔
راقم سطور عرض کرتا ہے کہ اہل قبلہ کی تکفیر میں احتیاط اور کف لسان کی جو وصیت اور ہدایت
امام غزالی نے التفرقة کی اس عبارت میں فرمائی ہے۔ یہی ہدایت ان سے بہت پہلے ان سے
بڑے ائمہ حضرت امام ابوحنیفہ جیسے حضرات نے بھی فرمائی ہے۔ شرح فقہ اکبر میں منتقی کے
حوالہ سے علامہ علی قاری نے نقل کیا ہے۔

عن ابي حنيفة لانكفر احدا
من اهل القبلة وعليه اكثر
الفقهاء۔ (ص ۱۷۸)

امام ابوحنیفہ سے مروی ہے آپ نے
فرمایا ہم اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہیں
کرتے اور یہی مسلک اکثر فقہاء کا ہے۔

اور اسی شرح فقہ اکبر میں شرح مواقف کے حوالہ سے نقل کیا گیا ہے۔
ان جہور المتكلمين والفقهاء
على انه لا يكفر احد من اهل
القبلة۔ (ص ۱۷۶)

جمہور متکلمین اور فقہاء کا مسلک یہ ہے
کہ اہل قبلہ میں سے کسی کی بھی تکفیر نہ کی جائے۔

کاش یہ لوگ جو قادیانیوں کی تکفیر کے مسئلہ میں ائمہ اور مصنفین کی ایسی عبارتوں کی بنیاد پر اہل قبلہ
کی بحث چھیڑتے ہیں، اس پر غور کرتے، کہ ان عبارتوں میں اہل قبلہ سے کیا مراد ہے؟ ظاہر
ہے کہ لغوی اور لفظی معنی کے لحاظ سے تو ہر وہ شخص اہل قبلہ ہے جو مکہ مکرمہ میں واقع کعبہ کو بیت اللہ
اور قبلہ مانتا ہو۔ تو اگر اس لفظ کا یہی مطلب ہو تو ابوہل و غیرہ سارے مشرکین عرب اہل قبلہ تھے۔
عربوں کی تاریخ اور ان کے حالات سے واقفیت رکھنے والا ہر شخص جانتا ہے کہ سارے مشرکین

عرب کعبہ کو بیت اللہ اور قبلہ مانتے تھے۔ اور اسی بنا پر اس کی تقدیس کے قائل تھے۔ اس کا طواف کرتے تھے۔ اپنے طریقہ پر حج اور عمرہ بھی کرتے تھے۔ تو اگر اہل قبلہ کا مطلب یہی ہو تو پھر تو ابوبہل، ابولہب وغیرہ مشرکین عرب کو بھی کافرانہ کی گنجائش نہ ہوگی۔

در اصل اہل قبلہ ایک خاص دینی اور ملی اصطلاح ہے، عقائد اور فقہ کی کتابوں میں تکفیر کی بحث میں یہ لفظ (اہل قبلہ) عام طور سے استعمال ہوتا ہے۔ اور ان ہی کتابوں میں یہ وضاحت بھی کی گئی ہے کہ اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو توحید و رسالت، قیامت وغیرہ ایمانیات پر یقین رکھتے ہوں اور کسی ایسی دینی حقیقت کے منکر نہ ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے قطعی اور یقینی طریقہ پر ثابت ہو جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہ ہو۔ (علامہ اور مصنفین کی اصطلاح میں ایسی چیزوں کو ضروریات دین کہا جاتا ہے۔) پس اگر کوئی شخص ضروریات دین میں سے کسی ایک بات کا بھی منکر ہے — مثلاً قرآن پاک کے کتاب اللہ ہونے کا یا قیامت اور حشر و نشر کا یا پانچ وقت کی نماز کی فرضیت کا یا ایسی کسی بھی دینی بات کا انکار کرتا ہے۔ تو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔

دہی شرح فقہ اکبر جس کے حوالہ سے اہل قبلہ کی تکفیر نہ کرنے کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہؒ وغیرہ کی ہدایتیں اوپر نقل کی گئی ہیں اسی میں، اسی مقام پر اہل قبلہ کی مندرجہ ذیل تشریح کی گئی ہے۔

اعلم ان المراد باهل القبلة الذين
التفقوا على ما هو من ضروريات الدين
مكحول العالم وحشر الاجساد وعلم الله
تعالى بالكمالات والجزئيات وما
اشبه ذلك من المسائل المحمات
فمن واطلب طول عمره على الطاعات
والعبادات مع اعتقاد قدم العالم
او نفى الحشر او نفى علمه سبحانه
بالجزئيات لا يكون من اهل القبلة
(شرح فقہ اکبر ص ۱۸)

اور تمہیں یہ بات جان لیننی چاہئے کہ اہل قبلہ سے وہ لوگ مراد ہیں جو تمام ضروریات دین سے متفق ہوں۔ جیسے عالم کا حادث ہونا اور قیامت میں جسمانی حشر ہونا اور یہ کہ اللہ تعالیٰ کو کلیات و جزئیات سب کا علم ہے اور ان جیسے تمام اہم مسئلے (جو ضروریات دین میں شامل ہیں) پس جو شخص ساری عمر نیکیوں اور عبادتوں میں مشغول رہے اور اسی کیساتھ یہ اعتقاد رکھتا ہو کہ عالم حادث نہیں قدیم ہے یا یہ کہ حشر جسمانی نہیں ہوگا یا یہ عقیدہ رکھے کہ

اللہ تعالیٰ کو جزئیات کا علم نہیں ہے تو وہ اہل قبلہ میں سے نہ ہوگا۔

اس عبارت سے یہ بات صاف ہو گئی کہ جو شخص کسی ایسی بات کا انکار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے قطعی یقینی طریقہ سے ثابت ہو جس میں شک و شبہ کی قطعاً گنجائش نہ ہو وہ اہل قبلہ میں سے نہیں ہے۔ اس کو کافر قرار دیا جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ جو ائمہ اہل تصنفین یہ کہتے ہیں کہ اہل قبلہ کی تکفیر نہ کی جائے، وہ سب یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص قیامت اور آخرت کا منکر ہو یا قرآن کے کتاب اللہ ہونے سے انکار کرے یا نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ کی فرضیت کا منکر ہو یا اللہ پاک کی شان میں مرتجح گستاخی اور بدزبانی کرے وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ چاہے وہ اپنے کو مسلمان کہتا ہو اور کعبہ کو قبلہ ماننا ہو۔ عقائد اور فقہ کی تمام کتابوں میں یہ تصریحات دیکھی جاسکتی ہیں۔

خود امام غزالیؒ نے جن کی کتاب التفرقة سے فارقلیط صاحب کے مضمون میں وہ عبارت نقل کی گئی ہے۔ جو اوپر درج کی گئی (جس میں امام محدوح نے اہل قبلہ کی تکفیر سے کتب لسان کی وصیت فرمائی ہے) اپنی اسی کتاب التفرقة میں اسی مسئلہ تکفیر پر بحث کرتے ہوئے وصیت والی مندرجہ بالا عبارت سے پہلے اور بعد میں واضح طور پر لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی بات کا انکار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو تو اس کی تکفیر کی جائے گی۔ اگرچہ اس کا انکار تادیل کے ساتھ ہو۔ اسی بنیاد پر وہ مسلمانوں میں سے اُن فلاسفہ کو کافر قرار دیتے ہیں جو اس کے قائل تھے کہ قیامت میں حشر جسموں کے ساتھ نہیں ہوگا بلکہ معاملہ صرف روحانی ہوگا۔ اور آخرت میں عذاب اس دنیا کی تکلیفوں کی طرح حسی نہیں ہوگا۔ اس سلسلہ میں امام غزالیؒ کی اسی کتاب "التفرقة" ہی کی چند عبارتیں فارقلیط صاحب اور ان کے دانشوروں کی خدمت میں پیش ہیں۔

امام غزالیؒ نے التفرقة میں تادیل کی بحث کی ہے اور بتلایا ہے کہ بعض تادیلیں ایسی ہوتی ہیں جنکی بنا پر تادیل کرنے والے کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ بلکہ اس کو غلطی یا بدعتی قرار دیا جائے گا۔ اور بعض تادیلیں ایسی ہوتی ہیں جو موجب کفر ہوتی ہیں اور جو لوگ اس طرح کی تادیلیں کریں گے ان کو کافر قرار دیا جائے گا۔ اس سلسلہ میں فرماتے ہیں۔

وَأَمَّا مَا بَيَّنَّتُ مِنْ هَذِهِ الْجَنْسِ بِأَصُولٍ اور ان تادیلوں میں سے جن کا تعلق اہم بنیادی
العقائد المحمّية فيجب تكفير من عقائد سے ہو تو ایسے لوگوں کی تکفیر واجب
بغير الظاهر بغير برهان قاطع ہوگی جو کسی قطعی دلیل کے بغیر نصوص کے ظاہری
كالذي ينكر حشر الأجساد وبينكر معنی میں تادیل کے ذریعہ تبدیلی کریں جیسے
الحقوبات المحمية في الآخرة کہ وہ لوگ جو کسی قطعی دلیل کے بغیر محض اپنے

یظنون وادھام واستیعات من
غیر برہان قاطع فیجب تکفیر قطعاً
..... وهو مذهب اکثر الفلاسفة - (اور آخرت میں) حسی عقوبتوں کا انکار کرتے
ہیں تو ایسے لوگوں کی تکفیر واجب ہے اور
(التفرقة ۵۳)

یہ بات قطعی اور یقینی ہے۔۔۔۔۔ اور یہ اکثر فلاسفہ کا مذہب ہے۔
امام غزالیؒ نے اس عبارت میں جن فلاسفہ کی تکفیر کو واجب اور قطعی قرار دیا ہے وہ اپنے کو
مسلمان ہی کہتے تھے اور کچھ کو قبلہ بھی مانتے تھے۔

فارغیط صاحب نے اپنے مضمون میں امام غزالیؒ کی جو عبارت اور وصیت التفرقة
۵۴ سے نقل کی ہے اسی صفحہ پر اس عبارت سے بالکل متصل یہ عبارت ہے۔

واما القانون فہو ان تعلم ان النظریات اور تکفیر کے بارے میں شرعی قانون کی تفصیل
قسمان قسم یعلقون باصول القواعد یہ ہے کہ نظریات (عقائد و خیالات) دو
قسم تعلق بالافروع واصول الايمان قسم کے ہیں۔ ایک وہ جن کا تعلق بنیادی عقائد
ثلاثة الايمان بالله وبرسوله سے ہو اور دوسرے وہ جن کا تعلق بنیادی
وباليوم الآخر وماعدا افروع و عقائد سے نہیں بلکہ فروع سے ہو اور
اعلم انہ لا تکفیر فی الفروع اصلاً بنیادی عقائد تین ہیں۔ اللہ پر ایمان، اس کے
الاف مسألة واحدة وهي ان ينكر رسول پر ایمان، یوم آخرت پر ایمان اور ان
اصلاً دينياً علم من الرسول صلى الله تین کے سوا جو عقائد ہیں ان کو فروع کہا
عليه وسلم بالتواتر لكن في بعضها جائے گا اور معلوم ہونا چاہئے کہ فردعی
تخطئة كما في الفقهيات وفي بعضها عقائد میں سے کسی کے انکار کی وجہ سے
بعنها تبديح كخطاء ہم تکفیر بالکل نہیں کریں گے۔ لیکن اس ایک
المتعلق بالامامة واحوال الصحابة صورت میں فروع میں بھی تکفیر کی جائے
(التفرقة ۵۲-۵۱) گی جبکہ کوئی شخص کسی ایسی دینی حقیقت

کا انکار کرے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے مگر ان میں
سے بعض صورتوں میں اس شخص کو غلطی قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ فقہیات میں اور بعض
صورتوں میں مبتدع قرار دیا جائے گا۔ جیسا کہ (شیعوں کے) غلط خیالات ہیں۔ مسئلہ
امارت کے مسئلہ میں جو علماء اسلام کے مخالف ہیں (تو ان کی بناء پر ان کو بدعتی قرار
دیا جائیگا۔)

آگے فرماتے ہیں کہ قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جب کوئی شخص ایسی بات کہے جس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فرمائی ہوئی کسی بات کی تکذیب ہوتی ہو تو اس کی تکفیر واجب ہوگی اگرچہ وہ بات دین کے بنیادی اور اساسی عقائد سے متعلق نہ ہو بلکہ فروع سے متعلق ہو۔ کتاب کے اصل الفاظ یہ ہیں :

ومما وجد التكذيب وجب التكفير اور جب بھی تکذیب کی صورت پائی جائے وان كان في الفروع۔

کسی فروعی مسئلہ سے ہو۔ (المتفرقة ص ۵)

پھر امام غزالیؒ نے اس کی دو مثالیں بھی دی ہیں۔ ہم ان میں سے صرف دوسری مثال ذکر کرتے ہیں کیونکہ وہ ناظرین کے لئے سہل الفہم ہے اور بعض ایسے بد بخت اس کے قائل ہوئے ہیں جو اپنے کو مسلمان کہتے اور سمجھتے تھے اور کعبہ کو قبلہ بھی مانتے تھے۔ امام غزالیؒ کے الفاظ میں مثال یہ ہے۔۔۔

وكذا لا من نسب عائشة رضي الله عنها الى الفاحشة وقد نزل القرآن ببراءة هذا فهو كافر لان هذا وامثاله لا يمكن الا بتكذيب الرسول وانكار التواتر

اور ایسے ہی اس بد بخت شخص کی تکفیر واجب ہے جو حضرت عائشہ صدیقہؓ کی طرف فاحشہ (بدکاری) کی نسبت کرے (معاذ اللہ) حالانکہ قرآن مجید نے ان کی برأت کی ہے کیونکہ یہ اور اس طرح کی دوسری گمراہانہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب یا تو اتر کے انکار کے بغیر ممکن نہیں۔ (ص ۵)

واضح رہے کہ امام غزالیؒ نے یہ مثال اس کی دی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے مسئلہ میں جس کا تعلق اسلام کے بنیادی عقائد سے نہ ہو بلکہ فروع سے ہو ایسی بات کہے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہوتی ہو اور جو بات آپؐ سے تواتر کے ساتھ یقینی اور قطعی طریقہ پر ثابت ہے اس کا انکار ہوتا ہو تو اس کو کافر کہا جائے گا۔ حضرت صدیقہؓ پر تہمت کا مسئلہ اسی کی مثال ہے۔

پھر منقولہ بالا عبارت کے چند سطر بعد ارقام فرماتے ہیں :

واما الاصول الثلاثة وكل ما لم يحتمل التأويل في نفسه وتواتر باله، ايمان بالرسول و ايمان باليوم الآخر نقله ولم يتصور ان يقوم بهان

اور دین کے تینوں بنیادی عقائد (ایمان باللہ، ایمان بالرسول اور ایمان بالیوم الآخر) کا احتمال نہیں تھا اور ہر وہ دینی بات جس میں تاویل کا احتمال نہ ہو

علی خلافہ مخالفہ تکذیب اور وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تو اتر
محض ومثالہ ما ذکرناہ من کے ساتھ ثابت ہو اور اس کے خلاف کسی
حشر الاجساد والجنۃ والنار برہان (قلعی دلیل) کا قائم ہونا متصور نہ ہو
(التفرقہ ص ۵۹) تو اس سے اختلاف کرنا کذب کے سوا

کچھ نہیں اور اس کی مثالیں وہ ہیں جو ہم نے ذکر کیں یعنی حشر اسماء اور جنت و دوزخ۔
پھر اس کے اگلے صفحہ پر بحث کو ختم کرتے ہوئے فرماتے ہیں :

ولابد من التنبیہ علی قاعدهٔ اور ایک دوسرا قاعدہ طیبہ ہے ناظرین کو
اخری دھوان المخالفۃ اس سے آگاہ کرنا ضروری ہے اور وہ یہ
مخالفۃ لئلاً متواشرا ویزعم انتہ ہے کہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص دین
مؤولے ولكن ذکر تاویلہ لا کی ایسی منصوص بات سے اختلاف کرتا
افتداح لہ اصل فی اللسان ہے۔ جو تو اتر سے ثابت ہے اور اس کا
لا علی بعد ولا علی قرب فذلک اپنا خیال یہ ہوتا ہے کہ وہ (اس نص کا منکر
کفر وصاحبہ مکذب وان کان نہیں ہے بلکہ) اس کی صرف تاویل کرتا ہے
یزعم انتہ مؤول۔ مگر جو تاویل وہ پیش کرتا ہے وہ لغت

(التفرقہ ص ۵۸) اور زبان کے لحاظ سے چلنے والی بالکل

نہیں ہوتی، نہ بعید نہ قریب تو اس شخص کا یہ رویہ کفر ہے اور وہ ادنیٰ واصل مکذب
(مفسر کو جھٹلانے والا) ہے۔ اگرچہ اس کا گمان اور خیال یہ ہے کہ میں منکر نہیں ہوں۔
بلکہ صرف تاویل کرتا ہوں۔

کیا امام غزالیؒ کی اسی کتاب التفرقہ کی اور اسی بحث تکفیر کی ان واضح عبارتوں کے بعد کسی کو یہ
شبہ رہ سکتا ہے کہ ان کی اس وصیت کا (جس کو فارقلیط صاحب نے "التفرقہ" ہی کے حوالہ سے
نقل کیا ہے) یہ مطلب ہے کہ جو کوئی اپنے کو مسلمان کہے، اور کلمہ پڑھے، اور کعبہ کو قبلہ مانے
پھر خواہ اس کے عقائد کچھ بھی ہوں اور دینی حقائق کی وہ کیسی ہی تاویل اور تحریف کرے اس کی تکفیر نہ کی
جائے۔ ظاہر ہے کہ امام غزالیؒ کی "التفرقہ" ہی کی مندرجہ بالا عبارتیں سمجھنے کے بعد کوئی شخص ان پر
یہ تہمت نہیں لگا سکتا۔ امام غزالیؒ تو دین کے ستم عالم اور عارف ہیں۔ ایسی جاہلانہ بات تو ایسا
کوئی شخص نہیں کر سکتا جو دین کی الف ب بھی جانتا ہو۔

قرآن مجید میں یہ واقعوں صحت کے ساتھ مذکور ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کچھ ایسے لوگوں نے جو ایمان لا چکے تھے، قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز بھی پڑھتے تھے، کوئی کافرانہ بات بھی جس کی اطلاع حضورؐ کو ہو گئی جب ان سے پوچھ گچھ کی گئی تو انہوں نے یہ تاویل اور معذرت کی کہ ہم نے یہ بات دل سے اور سنجیدگی سے نہیں کہی تھی بلکہ منہسی مذاق میں کہی تھی، ان کے بارے میں قرآن مجید سورہ توبہ کی آیت ۶۶ نازل ہوئی جس میں حضورؐ کو حکم دیا گیا کہ "ان بد بختوں سے صاف فرما دیجئے کہ حیلے بہانے مت کرو تم ایمان لانے کے بعد کافر ہو گئے۔" (قُلْ لَا تَقْتَدِرُوْا عَلٰی شَيْءٍ) اور اسی سورہ توبہ میں بعض ایسے لوگوں کے بارے میں جو حضورؐ کے زمانے میں اسلام قبول کر چکے تھے مسلمانوں میں شامل تھے اور قبلہ کی طرف رخ کر کے نماز بھی پڑھتے تھے، بیان فرمایا گیا ہے کہ انہوں نے کوئی کافرانہ بات کہی اور اس بنا پر وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر قرار پائے۔ (لَقَدْ قَالُوا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَكُفِّرُوا وَابْغَدُوا) (اسلامیہ — سورہ توبہ آیت ۶۳)

قرآن مجید کی یہ آیتیں ناظرین ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے کو مسلمان کہے، کلمہ پڑھے، کعبہ کو قبلہ مانے، اسی کے ساتھ کوئی کافرانہ بات کرے یا کافرانہ عقیدہ کا اظہار کرے وہ دائرہ اسلام سے خارج اور کافر ہے۔ یہی امت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ ہاں یہ کہنا صحیح ہو گا کہ ہر شخص اپنے کو مسلمان کہے اور کلمہ گو ہو ہم اسے مسلمان مانیں گے جب تک کہ اس کی کوئی کافرانہ بات یا کافرانہ عقیدہ علم میں نہ آئے۔

اس کے بعد گزارش ہے کہ علماء کی طرف سے قادیانیوں کی تکفیر کی سب سے بڑی بنیاد یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے ایسے صاف صریح الفاظ میں جن میں کسی تاویل کی گنجائش نہیں نبوت کا دعویٰ کیا ہے، اور جو لوگ اس دعوے کی فضول تاویلیں کرتے ہیں۔ مرزا صاحب کے فرزند اور خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود نے خود مرزا صاحب کی عبارتیں پیش کر کے ان سب کی جڑ کاٹ دی ہے۔ اور ناقابل تردید طریقہ پر ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب اسی معنی میں نبوت و رسالت کے مدعی ہیں جو شریعت میں اس کے معروف معنی ہیں اور وہ ویسے ہی نبی ہیں جیسے کہ حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ وغیرہ اگلے انبیاء علیہم السلام تھے اور ان کے نہ ماننے والے اسی طرح کافر اور لعنتی ہیں جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء سابقین کے نہ ماننے والے کافر اور لعنتی ہیں۔

مرزا صاحب اور مرزا محمود صاحب کی اس سلسلہ کی عبارتیں راقم سطور کے اس مضمون میں دیکھی جا

جاسکتی ہیں جو "تادیانی مسلمان کیوں نہیں؟" کے عنوان سے ایک ہی مہینہ پہلے "الفرقان" کے اکتوبر کے شمارہ میں شائع ہوا ہے۔ اسی لئے یہاں ہم نے ان عبارتوں کے نقل کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔

بہر حال مرزا صاحب اور ان کی امت کی تکفیر کی اول بنیاد یہ ہے کہ وہ مسیلہ کذاب اور اسود عیسیٰ وغیرہ مدعیان نبوت کی طرح نبوت و رسالت کے مدعی ہیں اور ختم نبوت سے متعلق قرآن و حدیث کے مواثر اور قطعی نصوص کی ایسی مہمل تاویلیں کرتے ہیں جو حقیقتاً کذب اور تحریف ہیں، اس لئے شریعت اور علماء شریعت کی نگاہ میں ان کا مقام وہی ہے جو مسیلہ کذاب وغیرہ مدعیان نبوت اور ان کے اُمتیوں کا قرار پایا تھا۔

نزول مسیح کا مسئلہ | فارقلیط صاحب کے زیر بحث مضمون میں نزول مسیح کے مسئلہ پر بھی ایک نئے انداز میں گفتگو کی گئی ہے۔ اس سلسلے میں سب سے پہلی بات یہ کہی گئی ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے۔ کیونکہ اگر اخیر زمانہ میں علیہ السلام کا نزول ہوا (اور وہ اللہ کے نبی ہیں) تو خاتم النبیین اور آخری نبی حضور نہیں ہوئے بلکہ عیسیٰ علیہ السلام ہوں گے۔

دوسری بات اس سلسلہ میں یہ کہی گئی ہے کہ نزول مسیح کا عقیدہ غیر قرآنی ہے، قرآن مجید میں کہیں اس کا ذکر نہیں بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین قرار دیا گیا ہے۔ اس عقیدہ کو رد کر دیا ہے۔

تیسری بات یہ کہی گئی ہے کہ حدیث کی موجودہ کتابوں میں امام مالکؒ کی "موطأ" سب سے پہلی کتاب ہے جو صحیح بخاری وغیرہ سے بھی مقدم ہے اس میں کوئی حدیث نزول مسیح کی نہیں ہے۔ لہذا وہ سب حدیثیں جن میں آخری زمانے میں حضرت عیسیٰ کا آنا بیان کیا گیا ہے ناقابل اعتبار ہیں اور سمجھنا چاہئے کہ عیسائیوں نے محمدؐ کو دھوکہ دے کر یہ حدیثیں ان کی کتابوں میں درج کرادی ہیں۔ چونکہ ہمارے مضمون اختصار کی کوشش کے باوجود بہت طویل ہو گیا اس لئے نزول مسیح سے متعلق اس آخری بحث میں ہم صرف ضروری اشارات کریں گے امید ہے کہ ناظرین کی تشفی کے لئے انشاء اللہ وہی کافی ہوں گے۔ جو تین باتیں اس سلسلہ میں مضمون میں کہی گئی ہیں ہم ان پر ترتیب وار گفتگو کرتے ہیں۔

۱۔ یہ بات کہ نزول مسیح کا عقیدہ حضورؑ کے خاتم النبیین ہونے کے منافی ہے وہی شخص کہہ گا

جو عربی زبان اور محاورات سے بالکل ناواقف ہو، عربی لغت اور محاورے کے لحاظ سے خاتم النبیین اور آخر النبیین اس کو کہا جائیگا جس کو منصب نبوت پر سب سے آخر میں فائز کیا جائے اور اس کے بعد کسی کو یہ منصب نہ دیا جائے، اور بلاشبہ یہ مقام سیدنا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ہے۔ آپ کو نبوت سب نبیوں کے بعد دی گئی اور نبی بنائے جانے کا سلسلہ آپ پر ختم کر دیا گیا۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس دنیا میں دوبارہ آمد (جیسا کہ امت مسلمہ کا اجماعی عقیدہ ہے) ہرگز حضور کے خاتم النبیین ہونے کے منافی نہیں، کیونکہ ان کو تو نبوت حضور کی پیدائش سے بھی قریباً پانچ سو برس پہلے دی گئی تھی، پس ان کا حکم خداوندی حضور کے بعد تک زندہ رہنا اور دوبارہ اس دنیا میں آنا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے تابع ہو کر آنا (جیسا کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے) اور امت محمدیہ کا عقیدہ ہے، ہرگز حضور کے خاتم النبیین اور آخر النبیین ہونے کے منافی نہیں۔ مثال کے طور پر یوں سمجھئے کہ کسی شخص کی "خاتم الاولاد" یا "آخر الاولاد" عربی محاورے کے لحاظ سے اس کو کہا جائے گا جو اپنے سب بہن بھائیوں کے بعد اور آخر میں پیدا ہوا کہ یہ اس سے پہلے پیدا ہونے والے اس کے بہن بھائی اس کے بعد تک زندہ رہیں۔ اس کی ایک واقعی مثال یہ ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ کے چار صاحبزادے تھے: شاہ عبدالعزیز، شاہ رفیع الدین، شاہ عبدالقادر، اور شاہ عبدالغنی۔ ان میں سب سے چھوٹے شاہ عبدالغنی تھے، لیکن انتقال ان کا سب سے پہلے ہوا۔ اور شاہ عبدالعزیز سب سے بڑے تھے مگر انتقال سب کے بعد میں ہوا۔

تو شاہ ولی اللہ کی خاتم الاولاد اور آخر الاولاد شاہ عبدالغنی ہی کو کہا جائے گا۔ اگرچہ شاہ عبدالعزیز ان کے بہت بعد تک زندہ رہے۔ یہ بات ہر وہ شخص جانتا ہے جن کو عربی لغت و محاورات سے کچھ بھی واقفیت ہے۔ اور تفسیر کی کتابوں میں بھی خاتم النبیین کی تفسیر و تشریح میں یہ وضاحت کر دی گئی ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد کسی کو نبی نہیں بنایا جائے گا۔ (لاینبأ بحدہ نبی) ملاحظہ ہو تفسیر کشاف، مدارک القریب، روح المعانی وغیرہ، تفسیر سورہ احزاب۔

۲۔ رہی یہ بات کہ نزول مسیح کا ذکر چونکہ قرآن مجید میں نہیں کیا گیا ہے اس لئے یہ عقیدہ غلط اور غیر قرآنی ہے۔ تو اس سلسلہ میں سب سے پہلے تو یہ عرض کرنا ہے کہ کیا یہ "المشور صاحبان" دین سے اتنے ناواقف ہیں کہ یہ بھی نہیں جانتے کہ دین کی بہت سی ایسی اہم اور بنیادی باتیں ہیں جن کے بغیر اسلام اور اسلامی زندگی کا تصور بھی نہیں جانتے کہ دین کی بہت سی ایسی اہم اور بنیادی باتیں ہیں جن کے بغیر اسلام اور اسلامی زندگی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا اور قرآن پاک میں ان کا کس ذکر نہیں ہے۔ مثلاً

سب جانتے ہیں کہ پانچ وقت کی نماز اسلام میں فرض ہے۔ اور توحید و رسالت کی شہادت کے بعد وہ اسلام کا دوسرا رکن ہے۔ لیکن قرآن مجید میں کہیں بھی صراحتاً پانچ وقت کی نماز کا ذکر نہیں، نہ قرآن میں یہ بتلایا گیا کہ کس وقت کی نماز میں کتنی رکعتیں اور کتنے رکوع اور کتنے سجدے ہیں۔ اسی طرح قرآن میں اس کا بھی ذکر نہیں کہ زکوٰۃ کس حساب سے ادا کی جائے، یہ سب باتیں حدیثوں سے اور امت کے اجماع اور عملی تواتر سے معلوم ہوئی ہیں، تو کیا ان سب دینی حقیقتوں کو غیر قرآنی کہہ کر ان کا انکار کر دیا جائے گا؟ یہ گفتگو تو یہ فرض کر کے کی گئی ہے کہ قرآن مجید میں نزولِ مسیح کا ذکر نہیں ہے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ قرآن پاک کی متعدد آیتوں میں اس کی اطلاع دی گئی ہے۔ لیکن یہ بحث ضمنی طور پر اور اختصار کے ساتھ نہیں کی جاسکتی۔ انشاء اللہ! آئندہ دوسری صحبت میں اس پر مستقل گفتگو کی جائے گی۔ اس وقت اس سلسلہ میں ہم صرف اتنا عرض کرنے پر اکتفا کریں گے کہ ناظرین میں سے جو حضرات عربی دال ہوں وہ امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ کی تصنیف ”عقیدۃ الاسلام“ کا مطالعہ کریں اور جو حضرات صرف اردو سے استفادہ کر سکتے ہوں وہ حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹیؒ کی ”شہادۃ القرآن“ دیکھیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو فہمِ سلیم کی نعمت سے محروم نہیں کیا ہے۔ وہ ان کتابوں کے مطالعہ سے یہ اطمینان حاصل کر لیں گے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بیسیوں ارشادات میں حضرت مسیحؑ کی دوبارہ آمد کی جبرا اطلاع دی ہے۔ جو آپ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے۔ اور جو امت کا اجماعی عقیدہ رہا ہے اس کی بنیاد قرآن مجید ہی میں ہے۔

۳۔ رہی یہ آخری بات کہ امام مالک کی موٹا میں نزولِ مسیح کے بارے میں کوئی حدیث نہیں ہے۔ اور یہ اس کی دلیل ہے کہ صحیح بخاری صحیح مسلم وغیرہ حدیث کی سیکڑوں کتابوں میں نزولِ مسیح سے متعلق جو کثیر العدد حدیثیں ہیں وہ سب ناقابلِ اعتبار ہیں کیونکہ اگر یہ حدیثیں صحیح ہوتیں تو امام مالکؒ کو بھی پہنچی ہوتیں اور ان کی موٹا میں درج ہوتیں۔

فاریق صاحب کے ان دانشوروں کی یہ آخری بات اس کی دلیل ہے کہ یہ بیچارے امام مالکؒ کی جن موٹا کے بارے میں بات کر رہے ہیں اس کی نوعیت سے یہ بالکل نادانفہم ہیں وہ یہ سمجھ رہے

۱۔ امام العصر حضرت مولانا سید انور شاہ کشمیریؒ نے اپنے عربی رسالہ ”التقریح بما تواترت فی نزول المسیح“ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریباً چالیس ارشادات جمع فرمادئے ہیں۔ جن میں آپ نے مختلف عزومات سے آخر زمانہ میں حضرت مسیحؑ کے نزول کی اطلاع دی ہے۔

ہیں کہ امام مالکؒ کو حنبلی محدثین پہنچتی ہیں وہ سب موطا میں درج ہیں اور جو محدثین موطا میں نہیں ہیں وہ امام مالکؒ کو پہنچی ہی نہیں یا امامؒ نے ان کو صحیح نہیں سمجھا لہذا وہ سب ناقابل اعتبار ہیں۔ حدیث کا من تو بڑی چیز ہے۔ جو لوگ امام مالکؒ سے اور حدیث کی موطا جیسی متداول کتاب سے بھی اتنے نااہل اور نادان واقف ہوں حیرت ہے کہ وہ کیوں ان مباحث و مسائل میں دخل دینے کی جرأت کرتے ہیں۔ جس کسی نے موطا دیکھی ہے وہ جانتا ہے کہ وہ کتب فقہ کی طرح صرف اعمال سے متعلق احادیث و آثار اور صحابہ و تابعین کے فتادی کا ایک مختصر مجموعہ ہے، چند محدثین اس میں اخلاق و آداب سے متعلق بھی ہیں، اُس کے متعلق یہ گمان کرنا کہ امام مالکؒ کا سارا علم حدیث اس میں آگیا ہے۔ اور جو حدیث اس میں نہیں ہے۔ وہ امام مالکؒ کے مقام سے انتہائی جہالت کی بات ہے۔

موطا کا حال یہ ہے کہ اس میں ایمانیات و عقائد کا باب ہی نہیں ہے۔ قیامت اور آخرت کے بارے میں جو حدیثیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تراثر کے ساتھ مروی ہیں۔ موطا ان سے بھی بالکل خالی ہے، تو کیا اس سے یہ نتیجہ نکالنا صحیح ہوگا کہ امام مالکؒ ایمانیات یا قیامت و آخرت سے متعلق حدیثوں سے ناواقف تھے یا یہ کہ انہوں نے ان تمام حدیثوں کو ناقابل اعتبار سمجھا، ایسی بات دہر شخص سوچ سکتا ہے جو اس موضوع سے بالکل جاہل ہو۔ دراصل موطا کا موضوع فقہ کی کتابوں کی طرح محدود ہے، ایمانیات اور عقائد وغیرہ اس کا موضوع ہی نہیں ہے۔

نزولِ مسیح کے مسئلہ سے متعلق فارقلیط صاحب کے مضمون میں جو تین اصولی باتیں لکھی گئی تھیں، ناظرین کو معلوم ہو چکا کہ ان کی بنیاد عربی لغت و محاورات اور علوم دین سے جہالت و ناواقفیت پر ہے۔۔۔۔۔ ان کے علاوہ جو اور ضمنی باتیں اسی مسئلہ سے متعلق مضمون میں ذکر کی گئی ہیں، خاص کر نزولِ مسیح سے متعلق حدیث نبوی کے پورے ذخیرہ کو مشکوک اور ناقابل اعتبار قرار دینے کے لئے جو جاہلانہ منطق استعمال کی گئی ہے، انشاء اللہ اُس کا پورا محاسبہ دوسری صحبت میں آئندہ کیا جائے گا۔

فارقلیط صاحب کے ان دانشوروں کی اسی مسئلہ نزولِ مسیح کے سلسلہ کی ایک بات اور ذکر کر کے اس بحث کو ہم اس وقت ختم کرتے ہیں، ناظرین کو اس آخری بات سے معلوم ہو جائے گا کہ یہ لوگ جہالت و ناواقفیت کی کس سرحد پر ہیں۔ صحیح بخاری کی حدیثوں کو ناقابل اعتبار قرار دینے کے سلسلہ میں اس مضمون میں لکھا ہے کہ :

”حضرت امام ابوحنیفہؒ کے بارہ میں مذکور ہے کہ آپ نے حدیث کو رد کر کے قرآن

کے اعلان کو تسلیم کیا اور فرمایا کہ بخاری کی حدیث میں جو راوی ہیں اگر ان کے جھوٹے ہونے سے خدا کے مقدس نبی حضرت ابراہیمؑ سچے ثابت ہوں تو راویوں کو جھوٹا قرار دینا ضروری ہے۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ان دانشوروں (یا پوجہ بھجارتوں) کے نزدیک امام ابوحنیفہؒ امام بخاریؒ کے بعد کسی زمانہ میں ہوئے ہیں اور انہوں نے صحیح بخاری کی ایک حدیث کے راویوں کو جھوٹا قرار دیا ہے۔ حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ امام بخاریؒ امام ابوحنیفہؒ کی وفات کے قریباً آدھی صدی بعد پیدا ہوئے۔ امام اعظم ابوحنیفہؒ کی وفات ۱۵۰ھ میں ہوئی اور امام بخاریؒ ۱۹۴ھ میں پیدا ہوئے۔

آخر میں ہم پھر اپنی اس حیرت کا اظہار کرنے پر مجبور ہیں کہ فارقلیط صاحب نے علم و دانش سے ایسے خالی اور اتنے جاہل و بے خبر لوگوں کو دانشور کا معزز لقب دینا کیوں مناسب سمجھا اور ان کی ان بے سرو پا باتوں کو کیوں اس قابل سمجھا کہ ان کو مرتب کر کے شائع کرنے کی ذمہ داری خود قبول فرمائی، ہمارے نزدیک تو فارقلیط صاحب نے اپنے ساتھ یہ بڑی زیادتی کی ہے اللہ تعالیٰ ان کو تلافی کی توفیق دے! دیتوبہ اللہ علی من تابہ۔

دیباستنداری اور خدمت ہمارا شعار ہے

ہم اپنے ہزاروں کرم فرماؤں کا شکریہ ادا کرتے ہیں جنہوں نے

پستول مارکہ آٹا استحصال کر کے ہماری حوصلہ افزائی کی

نوشہرہ فلور ملز۔ جی ٹی روڈ۔ نوشہرہ

فون ۱۲۶

پرزہ جات سائیکلے

پاکستان میں سب سے اعلیٰ اور معیاری

پنی سائی

مارکہ

بٹ سائیکل سٹور نیلا گنبد لاہور (فون ۶۵۳۰۹)

بوچستان کے بطل اسلام شہید ختم نبوت مولانا شمس الدین شہید کی یاد میں
ترجمان اسلام کا عظیم الشان خصوصی نمبر۔ صفحات ۳۲۔ قیمت ایک روپیہ

ترجمان اسلام لاہور